بنائے لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

عماد العلماء علامہ سید محمد رضی صاحب قبلہ مجتہد (پاکستان)

حضرت امام حسینؑ نے اپنی عظیم قربانی کے ذریعہ سے جو کربلا کے میدان میں پیش ہوئی حق کو باطل سے پوری طرف الگ کر دیا۔ کسی دلیل سے وہ بات حاصل نہ ہوئی جو آپ کے اس عمل سے حاصل ہوئی۔

امام حسین - نے راہ حق دکھانے میں ہر وہ ممکن اقدام کیا جو کوئی انسان کر سکتا تھا اور ہر مصیبت پر انتہائی بہادری کے ساتھ ثابت قدم رہے۔ آپ نواسۂ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تھے۔ حضرت علی - کے لختِ جگر اور جناب فاطمہ زہراء = کے نور نظر تھے۔ پیغمبرؐ اسلام نے اپنے اس نواسہ کو اپنی زبان چسا کر پالا تھا اور اپنی آغوش تربیت میں پرورش فرمایا تھا۔ حسینؑ اپنے نانا کی تصویر تھے۔ آپ کے اخلاق اور عادات پیغمبرؐ اکرم کا آئینہ تھے۔ اسلام پر وہ وقت بہت دشوار تھا جب اس کا رسولؐ کے ہاتھوں، مکہ میں آغاز ہو رہا تھا۔ اس زمانے میں حضرتِ سرورِ کائنات کو جن تکالیف اور مشکلات کا سامنا کرنا پڑا وہ تاریخ کا ایک خونیں باب ہیں مگر اسلام کے لئے وہ وقت بھی کسی طرح اپنی دشواری اور ہولناکی میں کم اہمیت کا حامل نہ تھا جب رسولؐ اکرم کی تیئیس سال کی محنت و جانفشانی تباہی اور بربادی کے دروازہ پر پہنچ چکی تھی۔ جب اسلام کی نقاب ڈال کر اس کے بدترین دشمن اس کی جڑوں کو کھوکھلا کر رہے تھے۔ جب اسلامی روپ میں لات وعزّیٰ کے پرستار توحید کی بنیادوں کو ہلا رہے تھے جب دربار حکومت فواحش کا اڈا بن چکا تھا اور یزید کی جنسی ہوس سے اس کے محارم بھی محفوظ نہ تھے جب اذان کی صدائیں رقص وسُرور کے نغموں اور گھنگھروؤں کی آواز میں دب چکی تھیں ہدایت وارشاد اور پند و نصیحت کی محفلوں کے بجائے شرابِ ناب کی بزمیں آراستہ تھیں۔ اصحابؓ رسولؐ کی توہین کرنا، ان کی تکذیب کرنا اور ان کا خون بہانا جائز بنا دیا گیا تھا۔ اہلبیتؑ کرام کے بے عزتی کی گئی اور جو ان کو سخت تکلیفیں پہنچائی گئیں وہ کبھی فراموش نہیں کی جا سکتیں۔ ان حالات میں ایک سچے موحّد اور ایک مخلص مسلمان کا کیا فریضہ تھا اور اعلائے کلمۃ الحق میں اس کو کیا کرنا چاہئے تھا۔ کیا ایسے وقت میں خاموش بیٹھا رہنا اور اپنی جان و مال اور اپنے گھر والوں کی حفاظت وسلامتی کو اسلام کی بقاء پر مقدم رکھنا اسلامی نقطۂ نظر سے صحیح تھا۔ ہرگز نہیں۔ حسین نے وہی کیا جو ان کا فرض تھا اور جو ایسے نازک وقت میں ان کو کرنا چاہئے تھا، کوفہ کے لوگوں نے آپ کے نام ہزارہا خطوط روانہ کئے تھے جن میں نواسۂ رسولؐ سے درخواست کی گئی تھی کہ وہ وہاں تشریف لے جا کر مسلمانوں کی ہدایت فرمائیں اور ان کو یزید کی فحش کاریوں سے نجات دلائیں۔ بڑے بڑے مشہور مسلمانوں کے ان خطوط پر دستخط موجود تھے جن میں بعض اصحاب رسولؐ بھی شامل تھے۔ ان درخواستوں میں یہ الفاظ موجود تھے:

''اِنَّہٗ لَیسَ عَلَینَا اِمَامٌ فَاَقبِل لَعَلَّ اللّٰہَ اَن یَجمَعَنَا

بِکَ عَلٰی الْحَقِّ وَالْھُدٰی۔''

''ہمارے لئے یہاں کوئی ہدایت کرنے والا موجود نہیں ہے جو ہمیں صحیح اور درست راستہ دکھا سکے آپ تشریف لائیے۔ خدا آپ کی ذات کے ذریعہ سے ہم سب کو ہدایت اور حق پر جمع کردے گا۔''

امام حسینؑ نے ان کثیر خطوط کا جو جواب دیا تھا اس میں یہ لکھا تھا:

''قَدْ فَھِمْتُ کُلَّ الَّذِیْ اقْتَصَصْتُمْ وَذَکَرْتُمْ وَمَقَالَۃَ جُلِّکُمْ اِنَّـہٗ لَیْسَ عَلَیْنَا اِمَامٌ فَاَقْبِلْ وَاَنَا بَاعِثٌ اِلَیْکُمْ اَخِیْ وَابْنَ عَمِّیْ وَثِقَتِیْ مِنْ اَھْلِبَیْتِیْ مُسْلِم بْنَ عَقِیْلٍ فَاِنْ کَتَبَ اِلَیَّ اَنَّـہٗ قَدْ اَجْمَعَ رَایُ مَلَائِکُمْ وَذَوِیْ الْحجیٰ وَالْفَضْلِ مِنْکُمْ عَلٰی مِثْلِ مَاقَدِمَتْ بِہٖ رُسُلُکُمْ وَقَرَأْتُ فِیْ کُتُبِکُمْ فَاِنِّی اَقْدِمُ اِلَیکم وَشِیکاً انشاء اللّٰہ فَالَعُمرِیْ مَاالْاِمَام اِلّا الحاکمُ بِالْکِتَابِ الْقَائِمُ بِالْقِسْطِ الدَّائِنُ بِدِیْنِ الْحَقِ الحَابِسُ نَفْسَہ عَلٰی ذٰلِکَ لِلّٰہِ والسَّلام۔''

''میں اس بات کو پوری طرح سمجھ گیا جو آپ لوگوں نے لکھی ہے کہ ہماری ہدایت کے لئے کوئی امام اور حاکم موجود نہیں ہے۔ تو میں اس کے جواب میں اپنے بھائی اور اپنے چچا کے بیٹے اور اپنے خاندان کی ایک معتمد اور قابل وثوق فرد مسلمؑ بن عقیلؑ کو آپ کے پاس روانہ کرتا ہوں، اگر انھوں نے مجھے لکھا اور اس کی اطلاع دی کہ آپ کے صاحبان فضل اور اہل الرائے اس معاملہ میں پوری طرح متحد ہیں اور ان میں کسی قسم کا اختلاف موجود نہیں ہے جیسا کہ ان درخواستوں میں آپ نے ظاہر کیا ہے تو میں بہت جلد وہاں پہنچ جاؤں گا۔''

بلاشبہ امام تو صرف وہی ہے جو کتاب اللہ کے مطابق احکام نافذ کرتا ہو، جو عدل وانصاف اور دین حق پر قائم ہو اور صرف خوشنودی خدا کے لئے احکام الٰہی کا پابند ہو۔

مکہ کے ایک بڑے جلسہ میں اپنی روانگی عراق سے ایک روز قبل امام حسینؑ نے جو خطاب فرمایا تھا اس میں یہ الفاظ بھی تھے:

''خُطَّ الْمَوْتُ عَلَی وُلْدِ آدَمَ مَخَطَّ الْقِلَادَۃِ عَلٰی جِیْدِ الفتاۃِ وَمَااَوْلَھَنِیْ اِلٰی اسْلَافِیْ اشتیاقَ یعقوبَ اِلٰی یُوْسُفَ وَخُیِّرَ لِیْ مَصْرَعٌ اَنَا لَاقِیْہِ کَاَنِّی اَنْظُرُ اِلٰی اَوْصَالِیْ یَتَقَطَّعُھَا عَسَلانُ الْفَلَوَاتِ بَیْنَ النَّو اوِیْس وَکَرْبلاَ فَیَمْلَئَنَّ مِنِّی اَکْرَاشًا جوفًا وَاَجْرِبَۃً سغْبًا لَا مَحِیْصَ عَنْ لَوْمٍ خُطَّ بِالْقَلَمِ رِضَااللّٰہِ رِضَانَا اَھْلَ الْبَیْتِ نَصْبِرُ عَلٰی بَلَآئِ وِ یُوَفِّیْنَا اُجُوْرَ الصَّابِرِیْنَ وَمَنْ کَانَ بَاذِلًا فِیْنَا مُھْجَتَہٗ مُوَطِّنًا عَلٰی لِقَائِ اللّٰہِ فَلْیَرْحَلْ مَعَنَا فَاِنِّیْ رَاحِلٌ مُصْبِحًا اِنْ شَاءَ اللّٰہُ تعالیٰ۔''

''موت اولادِ آدمؑ کے گلے کا ہار ہے۔ مجھے اپنے اسلاف سے ملنے کا بڑا اشتیاق ہے اور یہ شوق ویسا ہی ہے جیسا یعقوب کو یوسفؑ کی ملاقات کا تھا۔ میرے لئے وہی خواب گاہ پسند کی گئی ہے جہاں میں جانے والا ہوں، گویا میں اپنے بدن کے حصوں کو دیکھ رہا ہوں جن کو نو اوِیس اور کربلا کے درمیان درندہ خصلت وحشی اور ظالم دشمن ٹکڑے ٹکڑے کررہے ہیں۔ اور اپنے اس عمل سے اپنے ظلم وجور کی

بھوک کو دور کر رہے ہیں۔ جس کو قلم تقدیر سے لکھ دیا گیا ہے اس دن سے کسی کو چھٹکارا ممکن نہیں۔ جو خدا کی مشیت ہے وہی ہم اہلبیتؑ رسولؐ کی مرضی ہے ہم کو مصیبتوں پر صبر کرنا ہے۔ اس کے بعد آپ نے فرمایا: جو شخص ہماری راہ میں اپنی جان فدا کرنا چاہتا ہو اور موت پر کمر کس چکا ہو وہ ہمارے ساتھ روانہ ہو جائے کیونکہ میں انشاء اللہ کل صبح کوفہ کے لئے روانہ ہو جاؤں گا۔''

امامؑ عالی مقام نے ایک خط اہل بصرہ کے نام بھی تحریر فرمایا تھا جس میں لکھا تھا:

''اَنَا اَدْعُوْکُمْ اِلَی اللّٰہِ وَنَبِیِّہٖ فَاِنَّ السُّنَّۃَ قَدْ اُمِیْتَتْ۔''

''میں آپ لوگوں کو خدا اور اس کے رسولؐ کی طرف دعوت دیتا ہوں کیونکہ سنت نبویؐ اب تباہ ہو چکی ہے۔''

حضرت امام حسینؑ نے دنیا ہر راحت کو دین کی تبلیغ اور اسلام کی بقاء کے لئے ترک کر دیا تھا اور وہ اس راہ میں ہر چیز یہاں تک کہ اپنی محبوب اولاد کو بھی قربان کرنے کے لئے تیار تھے ان کا مقصد اصلاح تھا اور ہدایتِ خلق۔ ان کے دل میں ملک گیری کی ہوس نہ تھی وہ سلطنت و تاج و تخت کے خواہشمند نہ تھے اگر ان کی غرض دنیا ہوتی تو وہ یزید سے اختلاف نہ کرتے اور خاطر خواہ شرائط کے ساتھ اس کی بیعت کر لیتے جو بہت آسان امر تھا اور اس کے نتیجہ میں امام حسینؑ کو کثیر دنیوی فوائد حاصل ہو سکتے تھے۔ مگر آپ نے دین خدا کی حفاظت کی راہ میں کسی راحت و آرام کی پروا نہ فرمائی اور کسی دھمکی سے مرعوب نہ ہوئے اور اس فرض کو پورا کیا جو اسلام اور دیانت کی طرف سے ان پر عائد ہوتا تھا۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی محمد بن حنفیہ کو چلے وقت جو وصیت فرمائی تھی۔ اس میں فرمایا تھا:

''اِنِّیْ لَمْ اَخْرُجْ اَشِرًا وَّلَا بَطِرًا وَّلَا مُفْسِدًا وَّلَا ظَالِمًا وَاِنَّمَا خَرَجْتُ لِطَلَبِ الْاِصْلَاحِ فِیْ اُمَّۃِ جَدِّیْ اُرِیْدُ اَنْ آمُرَ بِالْمَعْرُوْفِ وَاَنْھٰی عَنِ الْمُنْکَرِ وَاَسِیْرَ بِسِیْرَۃِ جَدِّیْ وَاَبِیْ عَلِیؑ بْنِ اَبِیْ طَالِبؑ فَمَنْ قَبِلَنِیْ بِقَبُوْلِ الْحَقِّ فَاللّٰہُ اَوْلٰی بِالْحَقِّ وَمَنْ رَدَّ عَلَیَّ ھٰذَا اَصْبِرُ حَتّٰی یَقْضِیَ اللّٰہُ بَیْنِیْ وَبَیْنَ الْقَوْمِ بِالْحَقِّ وَھُوَ خَیْرُ الْحَاکِمِیْنَ۔''

''یعنی میں عیش و راحت کی ہوس میں اور ظلم و فساد کی خواہش لے کر یہ سفر نہیں کر رہا ہوں بلکہ میرا مقصد صرف یہ ہے کہ میں اپنے نانا کی امت کی ہدایت کروں۔ انھیں برائیوں سے منع کروں اور وہی طریقہ اختیار کروں جو میرے نانا حضرت رسالت مآبؐ اور بابا علیؑ مرتضیٰ کا تھا اور ان کی سیرت پر چلوں اس کے بعد جو میری بات کو حق جان کر قبول کرے گا تو اس کو ہدایت حاصل ہوگی اور جو میری بات کو رد کرے گا تو میں اس پر صبر کروں گا۔ یہاں تک کہ خدا میرے اور اس قوم کے درمیان حق کے ساتھ فیصلہ فرمائے گا۔''

عاشور کی صبح نزدیک ہے۔ شب کا ہیبت ناک سناٹا صحرائے کربلاء پر چھایا ہوا ہے۔ بچے پیاس اور بھوک سے بے حال پڑے ہیں۔ انصار و اہلبیتؑ کے مقدس خیموں سے تسبیح و تہلیل کی صدائیں آ رہی ہیں۔ ادھر ابن زیاد کی سفاک فوجیں ان چند مٹھی بھر پاکباز انسانوں کو محاصرہ میں لئے

ہوئے ہیں اور ان کا پاک خون بہانے کے لئے بے چین ہیں۔ ایک طرف شوقِ ظلم ہے، خواہش اقتدار ہے، ہوس ملک ودولت ہے، نشہ وغرور سلطنت ہے، دنیا پرستی اور خدافراموشی ہے اور دوسری طرف شوقِ شہادت ہے، خواہش خدمت ہے جذبۂ عبادت واطاعت الٰہی ہے۔ خدا پرستی اور دینداری ہے۔ ہر طرف سکوت ہی سکوت ہے۔ خوف ودہشت نے ساحل فرات کے ہر ذرہ کو گھیر لیا ہے۔

امام حسینؑ انسانی ضمیر کو بیدار کررہے ہیں: اے میرے ساتھیو! اے میرے گھر والو! اے میرے وفاشعار دوستو! اس رات کو غنیمت سمجھو! اس اندھیرے اور سناٹے سے فائدہ اٹھاؤ! اور جہاں دل چاہے چلے جاؤ۔ میں تمہیں اپنی اطاعت اور بیعت سے آزاد کرتا ہوں کیونکہ میرے دشمن میری جان کے علاوہ کسی دوسرے کے طالب نہیں اور اگر وہ مجھے قتل کرنے میں کامیاب ہوگئے تو پھر ان کو کسی اور کی فکر باقی نہ رہے گی۔ اس لئے میرے عزیز دوستو! تم اپنی جان کیوں کھوتے ہو اور اپنے اقرباء اور ساتھیوں کو کیوں تکلیف میں مبتلا کرتے ہو مجھے تنہا اس صحراء میں چھوڑ کر جدھر دل چاہے چلے جاؤ میں دشمن کی تلوار کا تنہا مقابلہ کروں گا اور اگر تم کو یہ خیال ہے کہ تمہیں جاتے ہوئے کوئی دیکھ لے گا اور سب کے سامنے واپس جانے پر تم کو شرم آتی ہے تو لو! یہ شمع بھی بجھائے دیتا ہوں۔ اب تو اندھیرا ہوگیا! ہاتھ کو ہاتھ نہیں سوجھتا! کوئی کسی کو نہیں دیکھ سکتا۔ اپنے عزیزوں کا ہاتھ پکڑو اور یہاں سے چلے جاؤ۔ دنیا ایسے مواقع پر ساتھیوں کو تلاش کرتی ہے اور لشکر میں اضافہ کرتی ہے۔ مگر امام حسینؑ ساتھیوں کو رخصت کررہے ہیں اور تعداد کم کررہے ہیں۔ اس لئے کہ وہ سلطنت اور حکومت کے خواہاں نہ تھے، ان کی نظر دنیا طلبی پر نہ تھی۔ وہ دین کے طلب گار تھے وہ حق کو باطل سے الگ کرنا چاہتے تھے اور اسی لئے ساتھیوں کی اس کثرت کے خواہاں نہ تھے جس میں ایمان نہ ہو ایسے لاتعداد لشکر کی ان کو ہوس نہ تھی جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو اور جو آخرت وروز حساب پر یقین نہ رکھتا ہو۔ وہ چاہتے تھے کہ جو میدانِ شہادت میں جائے وہ دیانت وحقانیت کے سچے اور پاک جذبہ کو لے کر جائے وہ سچے اور پکے دینداروں کے طالب تھے خواہ ان کی تعداد کتنی ہی تھوڑی ہو یہاں تک کہ وہ اس پر بھی تیار تھے کہ ان کے تمام ساتھی انھیں تنہا چھوڑ کر چلے جائیں۔ مگر وہ ایسے ساتھی اپنے ساتھ نہیں رکھنا چاہتے تھے جو کسی قیمت پر بھی خریدے جاسکتے ہوں۔ امام کا یہ ولولہ انگیز ارشاد سن کر انصار واقرباء نے چیخیں مار کر رونا شروع کردیا۔ اور ہر ایک عرض کرنے لگا: یادگارِ رسول! فرزند فاطمہؑ! ہمیں آخر کس روز کے لئے اللہ نے پیدا کیا ہے۔ سیکڑوں مرتبہ ہمیں قتل کیا جائے اور پھر زندگی ملے جب بھی ہم ہر مرتبہ حضور کے سامنے شرف شہادت حاصل کریں گے اور کبھی اس خدمت سے منہ نہیں موڑیں گے۔ امام نے دنیا کو دکھایا کہ ان کے ساتھی کیسے وفادار تھے کیسے مخلص تھے اور کیسے خداترس تھے:

''لَا اَعْلَمُ اَصْحَابًا اَوْفٰی مِنْ اَصْحَابِیْ۔''

میں نے ایسے باوفا ساتھی نہیں دیکھے جیسے میرے ساتھی ہیں۔

(بقیہ صفحہ ۸۶ پر)

دینے والی ہے۔ اور وہاں کی نعمتیں جاوداں ہیں۔ یقینا کوئی شخص تنگ و تاریک قید خانہ سے نکل کر روشن محل میں جانے سے تامل نہیں کرے گا۔ مومن کے لئے دنیا زندان ہے اور کافروں کے لئے بہشت ہے۔

غرض یہ کہ ہر ایک کو بہشت بریں کا یقین تھا۔ یہی وجہ ہے کہ انھوں نے نیزہ و شمشیر سے اصلاً خوف کا احساس نہیں کیا اور شہادت کا درجہ حاصل کرنے میں ایک دوسرے پر مقدم ہوجانے کے متمنی رہے اور ہر صحابی ایک دوسرے سے پہلے شہید ہوجانا چاہتا تھا۔

روز عاشورہ بنی ہاشم سے پہلے اصحاب ایک کے بعد ایک آتے رہے اور کہتے تھے: السلام علیک یابن رسولؐ اللہ! حضرت جواب میں فرماتے تھے: وعلیک السلام۔ اور جب زخموں سے چور چور اصحاب کے پاس امام آتے تھے تو مستقل اسی آیت کریمہ کی تلاوت فرماتے تھے۔

مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ رِجَالٌ صَدَقُوْا مَاعٰهَدُوا اللّٰهَ عَلَيْهِ فَمِنْهُمْ مَنْ قَضٰى نَحْبَهٗ وَمِنْهُمْ مَنْ يَنْتَظِرُوْا وَمَابَدَّلُوْا تَبْدِيْلاً۔ (سورۂ احزاب: ۲۳)

یعنی مومنین میں سے بعض عظیم المرتبت مرد ایسے بھی ہیں جنھوں نے اللہ سے کئے ہوئے وعدہ کو سچ کر دکھایا ہے ان میں بعض اپنا وقت پورا کر چکے اور بعض اپنے وقت کا انتظار کر رہے ہیں اور اِن لوگوں نے اپنی بات میں کوئی تبدیلی نہیں پیدا کی ہے۔''

امام جعفر صادق - فرماتے ہیں:

''اصحاب امام حسین - کے یقین کا عالم یہ تھا کہ گویا وہ بہشت میں اپنی قیام گاہ کا مشاہدہ کر رہے تھے وہ قربانی پیش کر رہے تھے اور حوریں ان کا استقبال کر رہی تھیں کیونکہ ان کی نگاہوں کے سامنے سے تمام حجابات ہٹا لئے گئے تھے۔''

❁❁❁

بقیہ۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔بنائے لَا اِلٰہ اِلَّا اللّٰہ

آپ کا مشہور شعر ہے:

اَلْمَوْتُ اَوْلٰى مِنْ رُكُوْبِ الْعَارِ
وَالْعَارُ اَوْلٰى مِنْ دُخُوْلِ النَّارِ

ننگ و عار اختیار کرنے سے موت بہتر ہے۔ اور جہنم کی آگ میں جانے سے دنیا کی ذلت و اہانت برداشت کر لینا افضل ہے۔

امام حسینؑ نے ہم کو انسان کے سر کی قیمت بتائی ہے۔ انھوں نے ہم کو احساس برتری کے طریقے سکھائے ہیں۔ نوعِ بشر کو تاریخ میں ایک لازوال جگہ دی ہے۔ نظم و ضبط کے آئین سمجھائے ہیں۔ انھوں نے انسانی ضمیر سے موت اور اسیری کا خوف ہمیشہ کے لئے دور کر دیا اور اپنے عمل سے دکھا دیا کہ دیانت اور حق کی حفاظت کے لئے بڑے سے بڑے اقتدار سے ٹکر کیونکر لی جاتی ہے۔

سرداد نہ داد دست در دست یزیدؔ
حقا کہ بنائے لاالٰہ است حسینؑ

(خواجہ معین الدین چشتیؒ)

❁❁❁